نوآبادیاتی نظام کے خلاف صوفی تحریکات وشخصیات کی جدوجہد شمالی افریقہ کے خصوصی تناظر میں

☆ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

Absract

Because of some incompetent people who call themselves Sufi, {Tasawwuf} is blamed of Ignorance and refraining from struggle in social terminology. But when we glance at the history of Sufis we see that where the Sufis remain busy in prayers citations and conception on the other side they not only raise slogan of truth against the Muslim rulers, but also take part strongly in the movements of independence against the non-Muslims dominations in their countries. They accepted martyrdom and faced the hurdles of captivity but did not accepted the domination of infiltrators on their lands. Noor-ud-Din Zangi, Sultan Zahir Babras and Ottoman Emperor Sultan Muhammad Fateh Struggle in the freedom movement against the colonization's systems. All of them were trained by Sufis.

Apart them the sufi personalities and movements of North Africa wrote a golden history of struggle and hard working against the modern colonization's systems The Egyptian Sufis stood up against Tarters in the leadership of imam Ezza- ud- Din Ibno Abdus Salam. Ahmad Urabi. Shaykh Hassan Adawi Shaykh Muhammad Aleesh and Shaykh Sharqawi resisted against Nepolian. In Sudan, Shaykh Muhammad Ahmad and Shaykh Abdullah Hassan resisted in Libya, Umar
Mukhatar Struggled for emancipation

Keyword: Tasawwuf, Struggle,History of Sufis, Hurdles of CaptivityDomination of Infiltrators, Ottoman Emperor, Colonization's Systems

تصوف پر بے علمی کا الزام ایک قدیم اور متجدد الزام ہے۔ بعض وجوہ سے اس الزام کو ایسی شہرت ملی ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ حضرات بھی اس فکری مغالطہ کے شکار ہو گئے سے متاثر نظر آتے ہیں، بلکہ کچھ علمی وثقافتی حلقوں میں تو اسے حقیقت نفس الامری ہی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر: شعبہ عربی، مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد دکن

مان لیا گیا ہے۔اس الزام کے پسِ پشت ایک فکری ونظریاتی اختلاف بھی کارفرما ہے،جبکہ وہ منحرف تصوف بھی بڑی حدتک اس کا ذمہ دار ہے جس کا ردّ تصوف کی امہات الکتب میں موجود ہے،آج دنیا بھر میں ایسی بے شمار نام نہاد خانقاہیں ہیں۔لیکن عقابوں کے بعض نشیمن اگر زاغوں کے تصرف میں آجائیں تو اس سے ان کی ماہیتوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔نہ زاغ عقاب ہو جائیں گے اور نہ عقاب زاغ۔لہٰذا زاغ کے احکام کو عقاب پر جاری کرنے کی کوشش علم ودانش کے مطابق نہیں ہے،ان دونوں کے درمیان فرق واضح طور پر نظر آتا ہے۔حقیقی تصوف حرکت وعمل اور جہاد ومجاہدہ سے عبارت ہے۔دعوت وتبلیغ کے میدان میں صوفیائے کرام کی مساعی ان کے حرکت ونشاط کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔جنہیں آرنلڈ کی کتاب: The Preaching of Islam اور اس جیسی بہت سے دوسری کتابوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔(۱)

تصوف محبت کا پیامبر،امن وشانتی کا داعی اور پُرامن بقائے باہم کا نقیب ہے کیونکہ یہی اسلام کا حقیقی پیام اور اصلی دعوت ہے لہٰذا صوفیائے کرام کی جدوجہد عموماً پرامن ہی رہی ہے۔لیکن اگر کبھی امن کی بساط بچھانے،محبت کے پیغام کو عالمگیر کرنے اور طاغوت کو سرنگوں کرنے کے لئے ضرورت پیش آئی تو صوفیاء نے عملی جدوجہد سے بھی گریز نہیں کیا ہے،صوفیاء کے یہاں جہاد کی روایت مجاہدہ کی روایت کے ساتھ ساتھ ہی چلی آرہی ہے۔اور یہ مزدوج روایت اس قدر منظم اور مسلسل ہے کہ بیگانوں کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔پروفیسر گب (A.R.Gibb) لکھتے ہیں:

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے موقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اسے اتنی قوت وتوانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔''(۲)

عصر حاضر میں صوفیاء کے کشف وکرامت،مجاہدہ وریاضت،اخلاق وخدمت اور تبلیغ ودعوت کا ذکر تو بہت ہوا لیکن اُن کی جدوجہد اور جہاد کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔خود ان کے اپنوں نے اس موضوع کو لائق اعتناء نہیں سمجھا۔اردو زبان میں راقم السطور کے علم واطلاع کے مطابق اس موضوع پر وقیع یا غیر وقیع،طویل یا مختصر کوئی کام نہیں ہوا ہے۔جب کہ عربی کی امہات کتب اور مغربی ملکوں کے''آرکیوز''صوفیاء کے جہاد کے تذکروں سے پُر ہیں۔

ابن جوزی کی کتاب''صفة الصفوہ''میں ایک خاص باب ہے جس میں اوائل صوفیاء جہاد اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ ہے۔یہ تمام صوفیاء دوسری صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں۔اور انہوں نے مجاہدہ وجہاد میں اپنی عمریں فنا کردیں۔(۳)

عبداللہ ابن مبارک(متوفی:۱۸۱ھ)جو کہ صوفیاء میں سے ایک نظری وعملی صوفی مجاہد تھے۔انہوں نے اسلام میں سب سے پہلے زہد وتصوف اور جہاد کے موضوع پر کتابیں تصنیف کیں۔ان کے حوالے سے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''کان لا یخرج الا الی الحج او الجهاد.''(۴)

وہ ہمیشہ عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے اور صرف حج یا جہاد کے لئے باہر آتے تھے۔

شیخ ابراہیم ادھم تصوف کی ایک معروف شخصیت ہیں لیکن شاید اکثر کان اس حقیقت سے ناآشنا ہوں کہ وہ جتنے بڑے عابد

شب زندہ دار تھے اتنے ہی بڑے مجاہد وشہسوار بھی تھے۔بیزن حملوں سے دفاع میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔اور ابن کثیر کے مطابق بحیرہ روم(Mediterranean Sea) کے ایک جزیرے میں سرحدی چوکی پر نگرانی کرتے ہوئے ان کی وفات ہوئی۔(۵)

شقیق بلخی شیخ ابراہیم ادھم کے شاگرد ومرید تھے۔امام ذھبی اور ابن شاکر کتبی حاتم سے نقل کرتے ہیں:

''میں شقیق بلخی کے ساتھ رومیوں کے خلاف صف جنگ میں تھا اور یہ جنگ اس قدر ہولناک تھی کہ صرف اڑتے ہوئے سر، چمکتے ہوئے نیزے اور کاٹتی ہوئی تلواریں ہی نظر آرہی تھیں''۔(٦)

صوفیاء کے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (متوفی ٦٢٨ھ/١٢٤٠ء) نے صلیبی جنگوں کے دوران حملہ آوروں کیخلاف امت مسلمہ اور اس کے حکمرانوں کو بیدار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔اور اس کا اعتراف معروف مصری ادیب ومصنف احمد امین سمیت متعدد معاصر مورخین نے کیا ہے۔(۷) ایک عرب نژاد امریکی محقق ومصنف ڈاکٹر ماجد عرسان انہوں نے اپنی کتاب میں''**هكذا اظهر جيل صلاح الدين و هكذا عادت القدس**'' **الملک المظفر**'' کے نام شیخ اکبر کی ایک وصیت کا ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے اس بادشاہ کو مغربی حملہ آوروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دی۔اور یہ وصیت دمشق کی الاسد قومی لائبریری(**مكتبة الأسد الوطنية، بدمشق**) میں مخطوطہ نمبر ٦٢٨٦ کے تحت محفوظ ہے۔(۸)

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ/١١١٢ء) پر یہ بہتان عام ہے کہ انہوں نے اپنے عظیم موسوعی عمل یعنی احیاء علوم الدین میں جہاد اور اسلامی مقدسات کے دفاع جیسے اہم فریضے کا ذکر نہیں کیا جب کہ ان کا عہد صلیبی دراندازوں کا عہد تھا۔محض کسی ایک کتاب میں جہاد کا ذکر نہ ہونے کی بنیاد پر تصوف کی اس عظیم کتاب کے مصنف پر جہاد کے مخالف ہونے کا الزام لگانا کم نظری کے سوا کچھ نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی صلیبی حملہ آوروں کے خلاف اسلامی دفاع کی اساس تیار کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ڈاکٹر ماجد عرسان نے اپنی شہرہ آفاق کتاب:''**هكذا اظهر جيل صلاح الدين و هكذا عادت القدس**'' (یعنی اس طرح صلاح الدین کی نسل تیار ہوئی اور اس طرح بیت المقدس بازیاب ہوا) میں دستاویزی ثبوتوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی بازیابی سے قبل صلاح الدین ایوبی اور امام غزالی میں مسلسل مراسلت وخط وکتابت قائم تھی۔غزالی اپنے خطوط میں صلاح الدین ایوبی کو جہاد کی اہمیت وضرورت اور اسلامی آثار ومقدسات کی حفاظت وصیانت کی تلقین کرتے تھے اور ان کی ذہنی وفکری تربیت وہدایت کا کام کرتے تھے۔(۹)

ڈاکٹر ماجد عرسان کے مطابق بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی (متوفی ٥٦١ھ/١١٧٢ء) نے صلاح الدین ایوبی کی نسل کو تیار کیا۔ان کی خانقاہ صلیبی حملوں کے دوران شام وفلسطین کے مظلوم وبرباد مسلمانوں کی پناہ گاہ تھی۔جہاں ان تباہ حال لوگوں کو نہ صرف ٹھکانا ملتا تھا بلکہ انہیں روحانی وجسمانی تربیت بھی دی جاتی ہے۔اس خانقاہ کے تربیت یافتہ رضا کار ہی تھے جن کے ذریعہ حطین کے میدان میں ایوبی کی فوج کی اولین صفوں کی تشکیل ہوئی۔شیخ کے وعظوں نے ان کے سینوں میں ایسی آگ

بھر دی تھی جس نے صلیبی درانداز وں کے خرمنوں کو جلا ڈالا۔(۱۰)

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے بھی امام غزالی اور شیخ عبد القادر کی ان کا وشوں کو اپنی کتاب تاریخ مشائخ چشت میں ضمناً ذکر کیا ہے۔(۱۱) نظامی صاحب کے مطابق اسپین میں موحدین کی سلطنت کے قیام کا سہرا بھی امام غزالی کے سر جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی بانی سلطنت محمد بن عبداللہ تومرت کو ایک اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے اُبھارا تھا(۱۲) ابن خلدون نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔(۱۳)

صلیبی اور تاتاری درانداز وں سے نبرد آزما ہونے والے مسلم حکمران اور فوجی قائدین بھی صوفی مشرب وطبیعت والے تھے۔ سلطان نورالدین زنگی کا تصوف ایک واضح حقیقت ہے۔ ابن خلکان کا بیان ہے:

> ''نورالدین زاہد اور متقی ومجاہد بادشاہ تھے۔ صوفیاء کی حد سے زیادہ تکریم کرنے پر ان کے بعض ساتھیوں نے انہیں ٹوکنے کی کوشش کی تو وہ بے حد ناراض ہوئے اور کہا کہ میں انہیں کے ذریعہ اللہ سے فتح کی امید رکھتا ہوں۔''(۱۴)

مستشرق البرشاندور (Alber Shandor) بھی نورالدین کے تصوف اور اُن کی جہادی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب:"Salahuddin the purest heor in Islam" میں لکھتے ہیں:

> ''نورالدین نے اپنی پوری زندگی جہاد کے لئے وقف کردی اور عمر بھر ایک صوفی کے جوش وجذبے کے ساتھ اس میں لگے رہے۔''(۱۵)

بیت المقدس کے فاتح صلاح الدین ایوبی بھی ہر دو فکر وسلوک کے اعتبار سے صوفی تھے۔ ان کے تمام سوانح نگاروں نے تصوف اور صوفیاء سے ان کی گہری وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ عماد اصفہانی نے لکھا ہے:

> ''بیت المقدس کی فتح کے بعد ایوبی نے کنیسة القیامة (Easter Church) کی حفاظت کا حکم دیا اور فقہاء کے لیے ایک مدرسہ اور صوفیاء کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔''(۱۶)

مصری سلطان ظاہر ببرس (متوفی ۶۷۶ھ/۱۲۷۳ء) کا شمار عظیم مسلمان فاتحین میں ہوتا ہے۔ اسی نے ۲۵رمضان ۶۵۸ھ مطابق ۱۲۶۰ء میں معرکہ عین جالوت میں تاتاریوں کو تاریخ میں پہلی بار شکست دی تھی۔ یہ سلطان صوفیاء سے بے حد عقیدت رکھتا تھا وہ مشہور صوفی شیخ بدوی سے بیعت تھا۔ اور صوفی خضر کردی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔(۱۷)

وسط ایشیا کی ریاستوں میں صوفیاء کا جہاد

صرف مصر وشام ہی نہیں بلکہ استعماری قوتوں کے خلاف صوفیاء کی جدوجہد کی شہادت بلقان قوقاز، روسی ترکستان اور سنجبانگ کی تاریخ سے بھی ملتی ہے۔ داغستان، انگوش اور چیچنیا میں نقشبندی صوفی سلسلے سے وابستہ صوفیاء اوران کے ماننے والوں نے روسی نوآبادیاتی قوتوں کے خلاف جدوجہد کے علم کو صدیوں تک بلند رکھا ہے۔ ان مجاہدین نے چیچنیا میں روسی غاصبوں کے خلاف قربانی وفداکاری کی ایسی تاریخ رقم کی ہے جو قرون اولی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرتی ہے۔ امام منصور، محمد

غازی، حمزہ بیگ اور امام شامل کی قیادت میں نقشبندی بزرگوں سے دو صدیوں تک اپنی جدو جہد کو جاری رکھا۔ امام شامل کی شخصیت تو دیو مالائی کہانیوں کے کردار کی طرح بن گئی۔ آج بھی قوقاز کے علاقوں کے لوگ گیتوں میں امام شامل اور ان کی مجاہدانہ کوشش کا ذکر ملتا ہے۔(۱۸)

عثمانی سلاطین بالخصوص سلطان محمد فاتح (متوفی: ۱۴۸۱ء) کی تصوف اور صوفیاء سے وابستگی ایک کھلی حقیقت ہے، عثمانی فتوحات کے پیچھے تصوف ایک بڑا محرک تھا، شیخ شمس الدین عاق کی تحریک پر ہی سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کی فتح کا ارادہ کیا تھا، یہ ایک قادری بزرگ تھے۔ فتح قسطنطنیہ کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے،(۱۹) جس میں فاتح اور اس کی فوج دونوں کی تعریف کی گئی ہے۔(۲۰)

شمالی افریقہ اور صوفیاء

شمالی افریقہ ابتداء ہی سے تصوف کا قلعہ رہا ہے۔ مصر سے لیکر مراکش تک پھیلی ہوئی خانقاہیں رباطیں، زاویئے اور مقامات اولیا اس امر کے گواہ ہیں۔ اگرچہ یہ خانقاہیں بنیادی طور پر تزکیہ نفس اور تعمیر باطن کے مراکز تھیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ سماجی زندگی کا محور بھی تھیں۔ اہل تصوف کی محبوبیت اور مرجعیت کا سبب صرف ان کا زہد وتقوی ہی نہیں تھا، بلکہ ان کی سماجی خدمات، اسلام کی نشر واشاعت میں ان کا حصہ اور اسلام کے علمی وفکری دفاع میں ان کا کردار ایسے عوامل تھے جنہوں نے مجموعی طور پر صوفی تحریکات کو پورے شمالی افریقہ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل بنا دیا تھا۔ گزشتہ صدی کے اوائل تک نہ صرف شمالی افریقہ بلکہ پورے براعظم میں تصوف کو اسلام کے مرادف کے طور پر جانا جاتا تھا، اور آج بھی افریقہ کے بہت سے خطوں میں یہی صورتحال قائم ہے۔

جب تاتاریوں کے سامنے سارا عالم سرنگوں تھا تو شمالی افریقہ میں اس سیلاب بلاخیز کے سامنے مزاحمت کی پہلی دیوار قائم کرنے والے مصر کے صوفیاء ہی تھے۔ تاتاریوں کو ایک ناقابل تسخیر قوت مانا جاتا تھا، خوارزمی حکومت سے خلافت عباسیہ تک اور عراق سے شام کی ریاستوں تک سبھی ممالک تاتاری طوفان میں خشک پتوں میں تبدیل ہوگئے تھے۔ لوگوں نے تاتاریوں کو ناقابل شکست مان لیا تھا حتی کہ عربی زبان میں یہ محاورہ جاری ہوگیا: ''اذاقیل لک: ان التتار انہزموا فلا تصدق.'' یعنی اگر تمھیں تاتاریوں کی شکست کی خبر دی جائے تو اس کی تصدیق مت کرنا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ سلطان ظاہر بیبرس نے عین جالوت (۲۱) کے مقام پر امام عزالدین عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۶۶۲ھ/۱۲۶۴ء) کی روحانی قیادت میں تاتاریوں کو بدترین ہزیمت سے دوچار کیا۔ مصری امراء تاتاریوں سے لڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن امام عزالدین کے وعظوں اور نصیحتوں نے نہ صرف انہیں دین ووطن کے دفاع کے مقدس فریضے کی ادائیگی کے لئے تیار کیا بلکہ ان کے اندر ایسا جوش وولولہ پیدا کیا جس نے تاتاریوں کے ناقابل شکست ہونے کے وہم کو چکنا چور کردیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس معرکے کے وقت امام عز الدین کے عمر اسی سال سے تجاوز کر چکی تھی لیکن اس ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے نہ صرف مصری عوام و حکام کو اس

معرکے کے لئے تیار کیا بلکہ بنفس نفیس اس میں شرکت بھی کی۔

امام عزالدین عبدالسلام (متوفی ۶۶۲ھ/۱۲۶۴ء) سلطان الصلحاء ہونے کے ساتھ ساتھ عملی ونظری صوفی تھے۔ان کے متصوفانہ نظریات ان کی تصنیفات میں جا بجا ملتے ہیں۔علاوہ ازیں وہ ایک صاحب نسبت صوفی بھی تھے۔سیوطی کے بقول انہیں شیخ شہاب الدین سہروردی سے اجازت اور خرقہ تصوف حاصل تھا۔(۲۲)

امام عزالدین عبدالسلام نے شاذلی سلسلہ تصوف کے بانی شیخ ابوالحسن شاذلی (متوفی ۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء) سے بھی روحانی استفاضہ کیا تھا۔خود امام شاذلی شمالی افریقہ کے بزرگ ہیں جو''رھبان فی اللیل ''اور''فرسان فی النھار' ' کی مثال تھے۔ انہوں نے مصر کے شہر منصورہ میں پیش آمدہ معرکے میں اپنے خلفاء ومریدین کے ساتھ شرکت کی تھی۔یہ معرکہ ۱۲۵۰ء میں لوئس نہم کی زیر قیادت ہونے والے صلیبی حملے کے نتیجے میں برپا ہوا تھا۔(۲۳) عماد الدین جنبلی نے لکھا ہے:''امام شاذلی رضا کارانہ طور پر صبح فجر سے لیکر مغرب تک،سکندریہ میں فوجی چوکیوں پر نگرانی میں مصروف رہتے تھے۔''(۲۴)

ماضی ہی کی طرح جدید استعماری نظام کے خلاف بھی شمالی افریقہ کی صوفی تحریکات وشخصیات نے جہاد ومجاہدہ کی ایک سنہری تاریخ رقم کی ہے۔جدید مصر کی تاریخ میں عُرابی انقلاب ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ نپولین بونا بارٹ کی استعماری حکومت اور نو آبادیاتی نظام کے خلاف برپا ہونے والے اس انقلاب کی قیادت کرنے والے احمد عُرابی پاشا (۱۸۴۱-۱۹۱۱ء) جن کی نام کی نسبت سے اس انقلاب کو''الثورہ العُرابیہ ''کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،ایک صوفی عالم تھے۔ یہ اوران کے ساتھی رات میں ذکر وعبادت میں مصروف رہتے تھے اور دن میں نپولین کی فوجوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں۔ شوقی ابوخلیل نے شیخ عرابی اوران کے ساتھیوں کی فداکاری اور قربانی کا بہت ہی دل آویز تذکرہ کیا ہے۔(۲۵) احمد عرابی کی مجلس قیادت میں شیخ حسن العدوی، شیخ محمد علیش اور ابوعلیان شاذلی جیسے مشہور صوفیاء شامل تھے،عرابی پاشا کے دوسرے تمام رفقاء بھی صوفی طینت وطبیعت کے لوگ تھے۔ (۲۶)

الجبرتی ۱۷۹۸ء میں نپولین کے حملے اوراس کے نتیجے میں پیش آنے والے وقائع واحداث کے چشم دید مصری مورخ الجبرتی نے اس حملے کے خلاف صوفیاء اور خانقاہوں کی مزاحمت ومدافعت کا مفصل ذکر کیا ہے۔انہوں نے خانقاہوں اور زوایا میں ہونے والی جنگی تیاریوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔(۲۷)

صوفیاء کی صفوں میں تنظیم وتجربے کی قلت،فرانسیسی فوجوں کی تربیت اور اسلحہ دونوں میں غیر معمولی برتری اوران سب سے مستزاد غداروں کی مدد سے فرانسیسی نو آبادکاروں کو کامیابی ملی اور مصران کے زیر نگیں آ گیا۔لیکن پورے فرانسیسی عہد میں صوفیاء کی مزاحمت اور جدوجہد جاری رہی۔

شیخ شرقاوی کی جرأت

جب نپولین کو جبر واستبداد کے ذریعے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے میں کامیابی نہیں ملی تو اس نے داد ودہش کو اپنا ذریعہ

بنایا۔چنانچہ جبرتی لکھتے ہیں کہ نپولین نے صوفی مشائخ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ان کے اعزاز وتکریم کا ایک پروگرام مرتب کیا۔اور سلسلہ شاذلیہ کے شیخ طریقت شیخ شرقاوی کو بلایا اور انہیں فرانسیسی جھنڈے کے رنگوں سے بنی ہوئی شال اوڑھانا چاہا تو شیخ نے اسے زمین پر پھینک دیا۔نپولین بے حد غضبناک ہوا اور ترجمان کے ذریعہ سے بولا کہ وہ اس شال کے ذریعے ان کی تکریم کرنا چاہتا ہے۔یہ شال حکومت اور اس کے ایوانوں میں ان کے قدر وعظمت میں اضافے کا موجب ہوگی۔تو شیخ شرقاوی نے مجاہدانہ شوکت وجلال کیساتھ جواب دیا وہ حکومت اور اس کے ارکان کی نگاہوں میں عزت پانے کے بدلے میں ربُّ العزت اور عوام کے سامنے بے عزت نہیں ہونا چاہتے ہیں۔(۲۸)

شیخ مہدی کا قائدانہ کردار

شیخ شرقاوی کے دوسرے صوفی ساتھی شیخ مہدی نے ۳/مارچ ۱۷۹۹ء میں فرانسیسیوں کے ساتھ ہونے والے معرکہ سنہور میں قائدانہ کردار ادا کیا تھا۔شیخ مہدی اور ان کے پندرہ ہزار ساتھیوں نے اس معرکے میں جس جانبازی کے ساتھ مغربی در اندازوں کا مقابلہ کیا اس نے کرنل لوپور کے چھکے چھڑائے اور انہیں پسپا ہونا پڑا۔مصر کے دوسرے صوفی بزرگ جنہوں نے فرانسیسی نوآبادکاروں کا مقابلہ کیا اور قتل وتعذیب کا شکار ہوئے ان کی فہرست بے حد طویل ہے۔ان میں سرفہرست شیخ محمد سادات، شیخ محمد کریم اور شیخ محمد مکرم وغیرہ شامل ہیں۔اول الذکر نے قاہرہ کے پہلے انقلاب کی قیادت کی تھی۔جب کہ شیخ عمر مکرم قاہرہ کے دوسرے انقلاب کے قائد ورہنما تھے۔وہ ازہر کے فارغ التحصیل،نقیب الاشراف اور اعلیٰ پائے کے صوفی تھے۔(۲۹)

مصر میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف صوفیاء کی جدوجہد کی تاریخ بے حد طویل ہے۔اس مختصر سے مقالے میں اس کا احاطہ آنا تو کجا اس کی خاطر خواہ تصویر کشی بھی نہیں کی جاسکتی ہے جبرتی کی کتاب:''التاریخ''اور ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کی تصنیف: ''الاسلام وحركات التحرر العربية'' جیسی کتابوں کے ذریعہ ہی اس کا کسی قدر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔یہاں پہ صرف ایک تاریخی حقیقت کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

سلیمان حلبی کی فداکاری

فرانس کا انسان میوزیم (Museede Homme) عالمی شہرت کا عجائب خانہ ہے جو پیرس کے ایک محل میں قائم ہے۔ اس میوزیم میں ایک جگہ دو انسانی کھوپڑیاں رکھی ہوئی ہیں ایک کھوپڑی کے نیچے لکھا ہے:''مجرم سلیمان حلبی''جبکہ دوسری کھوپڑی کے نیچے تحریر ہے:''عبقری ڈیکارٹ'' سلیمان حلبی کی کھوپڑی عجائب خانہ کے ہر زائر کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے کہ آخر اسے ڈیکارٹ کے قریب جگہ کیوں ملی؟اور دونوں میں کیا قدر مشترک ہے۔شاید دونوں میں ایک ہی چیز مشترک ہے کہ فرانسیسیوں کی نظر میں دونوں کی تاریخ اور اس سے بڑھ کر نفسیاتی اہمیت ہے، یہ الگ بات ہے کہ دونوں کی اہمیت کی جہت ایک نہیں ہے۔ ڈیکارٹ کی کھوپڑی اگر تعظیم واعتزاز کے لئے رکھی گئی ہے تو سلیمان حلبی کی کھوپڑی تحقیر اور جذبہ انتقام کے تسکین کے لئے محفوظ کی گئی ہے۔دراصل سلیمان حلبی وہ جانباز تھا جس نے مصر میں نپولین کے جانشین جنرل کلیبر کو ۱۸۰۰ء میں قتل کیا تھا۔فرانسی اپنی

اس شکست اور نفسیاتی خفت کو کم کرنے کے لئے اس نام نہاد گناہ گار سلیمان حلبی اور اسکے عقیدے کے خلاف پچھلے دوسو سال سے یہ گناہ کرتے چلے آرہے ہیں۔اور یہ گناہ اسلام کے ساتھ ساتھ انسانیت کی نظروں میں بھی عظیم جرم ہے۔ یہ حریت پسند سلیمان حلبی تصوف کا پروردہ اور مشائخ ازہر سے تعلیم یافتہ تھا۔اور اس نے صرف ۲۴ سال کی عمر میں فداکاری کی یہ مثال قائم کی تھی۔ معاصر دستاویزات کے مطابق شیخ الصوفیاءشیخ محمد سادات کو جنرل کلیبر کی جانب سے جو انسانیت سوز سزائیں دی گئی تھیں۔انہیں کا انتقام لینے کے لئے سلیمان حلبی نے یہ انتہائی قدم اٹھایا تھا۔(۳۰)

برطانوی نوآبادیاتی نظام کے خلاف مہدی سوڈانی (۱۸۴۳۔۱۸۸۵ء) کی جدوجہد بھی عالمی شہرت رکھتی ہے۔صاحبِ حلیة البشر لکھتے ہیں:

''سن ۷۹ھ (۱۲۹۷ھ) میں سوڈان میں محمد احمد سوڈانی نامی ایک شخص ظاہر ہوئے۔انہوں نے خود کبھی اپنے مہدی ہونے کا دعوی نہیں کیا...... وہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے مشہور تھے اور ان کا تعلق مشائخ تصوف سے تھا۔ان کے مریدین و متبعین کی بڑی کثرت تھی۔جب سوڈان میں انگریز داخل ہوئے تو انہوں نے ان کا مقابلہ کیا اور ان سے بہت ساری لڑائیاں لڑیں۔ان کا معاملہ عجیب تھا انگریز توپ وتفنگ کے ساتھ ہوتے تھے لیکن وہ اور ان کے رفقاء قدیم اور روایتی ہتھیاروں سے ہی ان کا مقابلہ کرتے تھے۔''(۳۱)

مہدی سوڈانی اور محمد عبداللہ حسن کی جدوجہد

انگریزوں کے خلاف محمد احمد معروف بہ مہدی سوڈانی کی جدوجہد اتنی طویل وشدید تھی کہ ان کی شخصیت میں دیومالائی عناصر شامل ہوگئے، یہ بھی مشہور کر دیا گیا کہ انہوں نے مہدیت کا دعویٰ کیا ہے،انہیں کی طرح صومال کے صوفی مجاہد شیخ محمد عبد للہ حسن کے بارے میں بھی زوروشور سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ انہوں نے بھی مہدیت کا دعوی کیا، شیخ محمد عبداللہ نے ہمیشہ اس بات کی نفی کی اور خود کو صوفی دُرویش قرار دیا۔اس صوفی بزرگ نے انگریز مستعمرین کے خلاف حریت وآزادی کی ایسی مشعل جلائی جس سے صومالیہ کے آزاد ہونے تک حریت پسند روشنی حاصل کرتے رہے۔بعض حضرات کا خیال ہے کہ محمد احمد سوڈانی اور شیخ محمد عبداللہ صومالی کے خلاف دعوی مہدیت کا پروپیگنڈا خود انگریزوں کا پیدا کردہ مسئلہ تھا۔اور یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ یہ افواہیں انگریز اور ان کے کاسہ لیسوں کی شاطرانہ چالوں کا نتیجہ ہوں۔اور اس میدان میں انگریزوں کی مہارت معروف ہے۔

صومال میں دراندازی کرنے والے صرف انگریز نہیں تھے بلکہ اٹلی اور اتھوپیا کے لوگ بھی ان کے شریک کار تھے لیکن شیخ محمد عبداللہ حسن بیس سالوں تک ان نوآبادکاروں کے خلاف سینہ سپر رہے اور متعدد بار انہیں ہزیمتوں سے بھی دوچار کیا۔ڈاکٹر عبداللہ ابراہیم عبدالرزاق نے اس صومالی صوفی تحریک اور اس کی جدوجہد کا مفصل طور پر تعارف کرایا ہے۔(۳۲)

مغرب عربی میں صوفی تحریکات کی جدوجہد

شمالی افریقہ کے مشرقی گوشے سے جب ہم اس کے مغربی گوشے کی طرف رُخ کرتے ہیں تو ہمیں قدم قدم پر صوفی

تحریکات کی جدو جہد کے آثار ملتے ہیں ساتھ ہی ساتھ ہر ایک گام پر نو آبادیاتی نظام کے ظلم وستم کے نشان بھی دستیاب ہوتے ہیں۔عرب اس خطے کو مغرب عربی کے نام سے جانتے ہیں اور اس میں لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش اور موریطانیہ پانچ ملک شامل ہیں۔ یہ پورا خطہ زمانہ قدیم سے تصوف کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔تصوف ہمیشہ سے یہاں کی آب وہوا اور مٹی میں بسا ہوا تھا۔ یہاں صوفی زاویے اور رباطیں وہ محور تھیں جن کے چہار طرف سماجی زندگی کی چکی گھومتی تھی۔ یہ تعلیم وتربیت کا مرکز تھیں، رشد وہدایت کا منبع تھیں، عوامی تنازعات میں عدالت کا کام انجام دیتی تھیں، سماج کی وحدت واتفاق کا ذریعہ تھیں۔ان خانقاہوں کے شیوخ حکمرانوں اور امراء تک لوگوں کی سفارشات بھی کرتے تھے اور ان حکمرانوں کو انہیں قبول بھی کرنا پڑتا تھا کبھی خوشی خوشی اور کبھی مجبوراً، ان خانقاہوں میں یتیم خانے اور بیوہ خانے بھی چلتے تھے۔اور مصائب وآفات کے وقت یہ خانقاہیں مادی اور معنوی امداد کے لئے بھی آگے آتی تھیں۔مختصر یہ کہ صوفی نظام مغربِ عربی کی سماجی زندگی کے ریشے ریشے میں پیوست تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب مغربی نو آبادیات کے خلاف صوفیاء اور صوفی تحریکات نے اپنی جدو جہد شروع کی تو پورا سماج ان کے ساتھ ہولیا۔

لیبیا کی آزادی میں عمر مختار سنوسی کا حصہ

لیبیا کا نام آتے ہی عمر مختار کا نام زبانوں پر آجاتا ہے۔تعلیم کی غرض سے عملی طور پر لیبیا پہنچنے سے پہلے راقم السطور بھی اس غلط فہمی کا شکار تھا عمر مختار کوئی شدت پسند یا پھر کوئی کامریڈ قسم کے مسلمان رہے ہوں گے۔لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لیبیا کے ایک بڑے سلسلہ تصوف یعنی سنوسی سلسلے سے وابستہ صوفی تھے اور خود بھی مشائخ سلسلہ کی طرف سے ماذون ومجاز تھے۔اور اس بڑی سنوسی تحریک آزادی کا حصہ تھے جس کا آغاز سیدی احمد شریف سنوسی نے کیا تھا۔اس سلسلے کی بنیاد شیخ محمد بن علی سنوسی کے ہاتھوں پڑی تھی اور اس کا شروع ہی سے یہ امتیاز تھا کہ اس سلسلے کی خانقاہوں میں ذکر وفکر کے ساتھ ساتھ آلات حرب کے استعمال کی تربیت اور تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۱۱ء میں جب اٹلی کے آمر مسولینی نے لیبیا پر حملہ کیا تو نو آبادیاتی نظام کے خلاف جدو جہد کرنے والی صوفی تحریکوں میں سلسلہ سنوسیہ سب سے نمایاں ہوکر سامنے آیا کیونکہ اس سلسلے کے نتائج و وابستگان ایمانی حرارت کے ساتھ ساتھ جنگی تربیت سے بھی آراستہ تھے۔مورخین کا اتفاق ہے کہ اس سلسلے نے لیبیا سے جہل و توہم کو دور کرنے اور علم وعمل کی نشر واشاعت میں زبردست کردار ادا کیا ہے۔اس سلسلے کے بانی لیبائی تحریک آزادی کے قائد اعلی سیدی احمد سنوسی کے دادا تھے۔شیخ احمد سنوسی اور ان کے ساتھیوں نے اپنی سرفروشی سے قرون اولی کے مجاہدین کے یاد تازہ کردی تھی۔شیخ احمد شریف تصوف اور جہاد کی جامعیت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔۱۹۱۱ء میں جب اٹلی نے حملہ کرکے لیبیا کو اپنی نو آبادیات میں شامل کرنے کی کوشش کی تو صوفی تحریکات بالخصوص سلسلہ سنوسیہ کے بزرگ میدانِ کارزار میں اتر آئے۔اطالویوں نے اعلان کیا کہ وہ طرابلس اور برقہ پر پندرہ دن میں قبضہ کرلیں گے۔انگریز جرنلوں نے اسے اطالویوں کی حربی پختگی قرار دیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اس معرکے کو سر کرنے میں انہیں کم از کم تین ماہ کا وقت لگے گا۔لیکن سلسلہ سنوسیہ کی بے مثال شجاعت ومزاحمت نے انگریز جرنلوں کے اندازوں کو بھی غلط ثابت کردیا اور اطالویوں کو ان دونوں شہروں پر قبضہ کرنے میں پورے پندرہ سال لگ

گئے۔اوراس کے بعدبھی آزاری کی جدوجہد کا سلسلہ رکا نہیں بلکہ ۱۹۵۹ء میں لیبیا کی آزادی تک کسی نہ کسی شکل میں جاری رہا۔

دراصل سلسلہ سنوسیہ میں مزاحمت کی یہ روح سلسلہ شاذلیہ سے آئی جو اس سلسلے کی اصل ہے۔امام ابوالحسن شاذلی کی جہادی مساعی کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔سلسلہ سنوسیہ کے صوفیاء کی شجاعت اور بے مثال جدوجہد کی بازگشت چہاردانگ عالم میں سنائی دے رہی تھی۔ ہندوستان کی صحافت اور ہندوستانی شعراء کے کلام میں بھی اس کا چرچا تھا۔علامہ اقبال نے شہدائے طرابلس کے لہو کو ایسی جنس نایاب قرار دیا ہے جو جنت میں بھی دستیاب نہیں ہے۔(۳۳) شیخ عمر مختار کو ''اسد الصحراء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ اطالوی فوجوں کے لئے خوف ودہشت کی علامت بن گئے تھے۔انہوں نے دو دہائیوں تک اطالوی جرنلوں کی نیندیں اڑا رکھی تھیں۔

الجزائر کی آزادی اورصوفی تحریکات

الجزائر میں استعماری قوتوں کے ظلم وستم کی داستاں سب سے زیادہ خونچکاں ہے۔چونکہ فرانس کا ارادہ الجزائر کو نہ صرف اپنی نو آبادیات کا حصہ بنانے کا تھا بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے فرانس میں جذب کر لینے کا تھا۔فرانسیسی توسیع پسندوں کا دعوی بھی یہی تھا کہ الجزائر فرانس کی سرزمین کا ہی ایک حصہ ہے جسے سمندر کے ذریعے اس سے الگ کر دیا ہے۔اس نقطہ نظر کے بموجب فرانس نے الجزائر میں صرف مال ودولت بٹورنے پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اس ملک کی پہچان اوراس کے تشخص کو مٹا دینے کا ارادہ بھی کیا تھا، یہ صرف معاشی واقتصادی استعمار نہیں تھا جیسا کہ انگریز اور دوسرے مستعمرین نے مصر سے ملائیشیا تک کیا، بلکہ فرانس نے الجزائر کے فکری، تہذیبی اور ثقافتی استعمار کی کوشش کی جس کے لئے غیر معمولی قوت اور ظلم وستم کا استعمال کیا گیا، دینی وقومی تشخص کی حفاظت کے لئے الجزائری بھی سربکف ہوگئے کیونکہ یہ تشخص اقوام وملل کو مالی وسائل سے زیادہ عزیز ہوتا ہے، فرانسیسی نوآبادیاتی نظام نے اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مسجدوں کو چرچوں میں تبدیل کر دیا، عربی زبان کی جگہ فرانسیسی کو مدارس میں داخل کر دیا یہاں تک کہ عربی لباس کے استعمال پر پابندی لگادی۔لیکن شاید فرانسیسی نوآبادکاروں کو الجزائر میں تصوف کے اثر اوراس کی گرفت کا صحیح اندازہ نہیں تھا، وہاں کی صوفی تحریکات نوآبادکاروں کے خلاف صف بستہ ہوگئیں اور صوفی مجاہدوں نے انسانی تاریخ میں جدوجہد کی ایک عظیم داستان تحریر کی۔

صوفیاء کی جدوجہد اورفرانسیوں کا اعتراف

الجزائر کی جدوجہد آزادی میں جن صوفی تحریکات اورسلسلوں نے حصہ لیا ان میں سلسلہ قادریہ، تیجانیہ، رحمانیہ، درقاویہ، سنوسیہ اور طیبیہ وغیرہ نمایاں سلسلے ہیں۔فرانسیسی مورخ مارسیل ایمیری لکھتا ہے:

''انیسویں صدی میں الجزائر میں ہونے والے بیشتر انقلاب کے پس پشت صوفی سلسلے تھے۔امیر عبدالقادر بھی انہیں میں سے ایک سلسلہ قادریہ کے شیخ تھے۔'' (۳۴)

ایک دوسرا فوجی اپردینو ۱۸۴۵ء میں شائع اپنی کتاب ''الاخوان'' میں لکھتا ہے:

''نوآبادیاتی نظام کے خلاف سب سے اہم کردار صوفی تحریکات کا ہوتا ہے۔''

۱۸۴۵ء میں ہونے والے ظہرہ کے انقلاب کے بارے کیپٹن ریچرڈ کا بیان ہے کہ صوفیوں نے یہ ہنگامہ برپا کیا تھا۔کیپٹن ریچرڈ کواس انقلاب کو کچلنے کے لئے متعین کیا گیا تھا۔فرانسیسوں نے اس انقلاب کو''صوفی سلسلوں کی شورش'' کا نام دیا تھا کیونکہ اس میں قادری، رحمانی اور طیبی کئی سلسلوں کے مشائخ شریک تھے۔

۱۹۶۴ء میں الجزائر کے فرانسیسی انسپکٹر جنرل کے آفس کی ایک رپورٹ کے مطابق حکومت کے خلاف شورش برپا کرنے میں صوفی سلسلہ''درقاویہ'' بے حد سرگرم ہے۔رپورٹ کے الفاظ میں ہے:

''درقاویہ سلسلے کے صوفی ہمارے سخت ترین دشمن ہیں۔کیونکہ ان کا مقصد سیاسی ہے۔وہ لوگ از سرنو اسلامی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں یہاں سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔یہ صوفی سلسلہ جنوب میں زیادہ پھیلا ہوا ہے۔''(۳۵)

۱۸۶۰ء میں جرنل سویز کی قیادت میں فرانسیسی فوجوں نے تیجانی سلسلے کی''بغاوت'' کو کچلنے کے لئے شہرعین ماضی پرلشکر کشی کی یہ شہر شیخ احمد عمار کا شہر تھا جو تیجانی بغاوت کی قیادت کر رہے تھے اور ایک خوں ریز لڑائی کے بعد فرانسیسی فوجیں شیخ احمد کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئیں۔اور ایک عرصے تک حکومت نے انہیں الجزائر اور فرانس میں قید رکھا کیونکہ ان کے اثر ونفوذ کے پیش نظر فرانسیسی حکومت نہ انہیں سزائے موت دینا چاہتی تھی اور نہ انہیں آزاد کرنے کا خطرہ مول لے سکتی تھی۔ بعد میں بغاوت کی کمان شیخ احمد عمار کے بھائی شریف محمد بشیر نے سنبھالی حکومت نے انہیں بھی گرفتار کرلیا۔تصوف اور جدو جہد کی یہ مشترکہ میراث شریف خاندان کی اگلی نسلوں کو منتقل ہوئی۔ چنانچہ شریف بشیر کے بیٹے شریف محمود اور ان کے بعد پوتے شریف ابن عمر نے نوآبادیاتی نظام کے خلاف تیجانی سلسلے کی جدو جہد کو جاری رکھا۔

سلسلہ رحمانیہ کی جہادی خدمات

نوآبادیاتی نظام کے خلاف سلسلہ رحمانیہ کی جدو جہد بھی آب زر سے لکھی جانے کے قابل ہے۔اس سلسلے نے استعماری فوجوں کے الجزائر میں داخلے کے ساتھ بغاوت وانقلاب کے جس علم کو بلند کیا وہ الجزائر کی آزادی تک بلند رہا۔اس سلسلے کی اہم بغاوتوں میں الحاج عمر کی بغاوت جو ۲ ستمبر ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔شیخ ابن جاراتہ کی بغاوت جس کے شعلے ۳۰ مئی ۱۸۷۹ء میں بلند ہوئے اور شیخ ہاشمی بن علی دردور کی بغاوت الجزائر کی تاریخ جنگ آزادی میں اہم مقام کی حامل ہیں۔

اس سلسلے کی مزاحمت وجدو جہد کی سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔جن میں فاطمہ نسومر کی بغاوت اور جدو جہد سب سے زیادہ قابل ذکر ہے۔فرانسیسی جنرل روندون اور جرنل میک موہن سے ہونے والی کئی لڑائیوں میں انہوں نے حصہ لیا بلکہ بعض معرکوں کی قیادت بھی کی۔ ایک معرکے میں ان دونوں جنرنلوں کے ساتھ ساتھ آغا جودی نام کا ایک الجزائری خائن بھی تھا معرکے میں فاطمہ نسومر نے اس غدار کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور اپنی جان پر کھیل کر اپنے ساتھی قائد اور الجزائر کی جنگ آزادی کے ایک عظیم مجاہد شریف محمد بن عبداللہ بوبغلہ کی جان بھی

بچائی۔ لالہ فاطمہ کے ساتھ ان معرکوں میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی بھی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ آیت تسورغ کی لڑائی میں فاطمہ نسومر گرفتار کی گئیں اورانہیں جنوب کی ایک خانقاہ میں نظر بند کر دیا گیا جہاں وہ سات سال مقیم رہیں اور ۱۸۶۲ء میں محض ۳۰ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔(۳۶)

امیرعبدالقادر جزائری کی بہادری

الجزائر میں فرانسیسی نوآبادکاروں کے خلاف جدوجہد کی تاریخ کا سب سے سنہرا باب امیر عبدالقادر جزائری نے تحریر کیا۔ ان کے والد شیخ محی الدین معروف قادری بزرگ اور شیخ طریقت تھے۔ جب ۱۸۳۰ء میں فرانس نے الجزائر پر حملہ کیا تھا۔تو تمام حریت پسند شیخ محی الدین کی قیادت میں جمع ہوگئے جن میں سرفہرست صوفی سلاسل کے مشائخ تھے۔ اوراس جماعت نے الجزائر کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کرلیا جب لوگوں نے شیخ محی الدین کو باضابطہ طور پر اپنا امیر بنانا چاہا تو انہوں نے اپنی کبرسنی اور ضعیفی کا حوالہ دیکر معذرت کرلی تو لوگوں نے ان کے جواں سال صاحبزادے یعنی امیر عبدالقادر کو اپنا امیر منتخب کرلیا۔ اور یہ انتخاب ۲۱ نومبر ۱۸۳۲ء کو عمل میں آیا۔ امیر عبدالقادر نے سترہ سال تک فرانسیسیوں سے مقابلہ کیا اوراپنی بہادری اور حکمت عملی سے بڑے بڑے فرانسیسی جرنلوں کو شسدر کردیا، جنرل بیگو کو متعدد معرکوں میں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا تو کئی بار مذاکرات کی میز تک انہیں لانے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن طویل لڑائی اور جنگی رسد کی کمی نے اس صوفی مجاہد کو آخرش ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیا۔ انہوں نے اپنی بقیہ عمر دمشق میں جلاوطنی میں گزاری جہاں ان کا وقت مجاہدۂ نفس، تصنیف وتالیف، لوگوں کی تزکیہ وتعلیم اور بزرگان خدا کی خدمت میں گزرتا تھا۔ اس طرح اس عظیم صوفی نے اپنی پوری عمر جہاد اور مجاہدے میں گزاردی اور انتقال کے بعد حسب وصیت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔(۳۷)

ان کی زندگی کا ایک انسانی پہلو اس وقت دیکھنے میں آیا جب دمشق میں ایک زبردست فرقہ وارانہ فساد کے وقت انہوں نے اپنے اثر ونفوذ کا استعمال کرکے ہزاروں عیسائیوں کی جان بچائی۔ روس، انگلستان اور فرانس نے سرکاری طور پر ان کی اس انسانی خدمت کا اعتراف کیا۔(۳۸)

امیر عبدالقادر علم تصوف میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ فن تصوف میں ان کی کتاب ''المواقف'' اس فن میں ان کے مقام ومرتبے کی گواہ ہے۔(۳۹) وہ صرف نظری ہی نہیں علمی عملی صوفی تھے۔

لوتھروپ سٹوڈرڈ لکھتے ہیں:

''وکان المرحوم الأمیر عبد القادر متضلعا فی العلم و الادب، سامی الفکر راسخ القدم فی التصوف لا یکتفی به نظر ا حتی یمارسه عملاً و لا یحن الیه شوقا حتی یعرفه ذوقا .'' (۴۰)

یعنی مرحوم عبدالقادر الجزائری علم وادب میں ماہر تھے۔ بلند فکر تھے اور تصوف میں راسخ القدم تھے۔ تصوف سے صرف علمی طور پر واقف نہیں تھے بلکہ اسے عملاً برتتے بھی تھے۔ انہیں صرف تصوف کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک باذوق صوفی بھی ہے۔

مراکش میں تحریک مزاحمت اور صوفیاء

مراکش میں بھی صوفی شخصیات وتحریکات نے فرانسیسی اور اسپینی نوآبادیاتی نظام کے خلاف مزاحمت وجدوجہد کی طویل تاریخ رقم کی ہے۔سلسلہ تیجانیہ نے مراکش موریتانیہ اور سینیگال وغیرہ میں دراندازوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔مراکش و موریتانیا میں نوآبادیاتی طاقتوں کے خلاف جدوجہد کرنے والے صوفیاء کی تعداد بھی کافی ہے جن میں سرفہرست شیخ عبدالکریم خطابی (۱۸۸۲-۱۹۶۳ء) کا نام آتا ہے۔اس صوفی مجاہد نے اسپینی اور فرانسیسی افواج کو کئی بار شکست دی۔ان کے مقابلے میں اسپینی فوجوں کو انوال کی لڑائی میں زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اس فتح کے بعد ایک طرف تو ان کی شہرت پوری دنیا میں پھیل گئی۔دوسری طرف ان کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوف زدہ ہوکر فرانسیسیوں اور اسپینیوں نے ہاتھ ملالیا۔شیخ خطابی اور ان کے رفقاء ان دونوں ملکوں کی مشترکہ فوج سے بہت دنوں تک مقابلہ جاری نہ رکھ سکے۔اور شیخ نے مصر میں آکر پناہ لے لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔اس ضمن میں مراکش میں دوسرا اہم نام شیخ محمد بن عبدالکریم کتانی کا ہے۔جو سلسلہ کتانیہ کے بانی تھے۔اس صوفی بزرگ کی بے مثال جدوجہد نے مراکش کی آزادی کی راہ ہموار کی۔فرانسیسیوں کے ہاتھوں آپ کی شہادت ہوئی لیکن آپ نے اپنے خون سے مزاحمت کی جو شمع روشن کی تھی اس کی روشنی میں اہل مراکش آزادی کی صبح تک پہنچے۔(۴۱)

نوآبادیاتی نظام کے خلاف صوفیاء کی جدوجہد کے اس مختصر سے جائزے کے بعد یہ بات پورے یقین واعتماد سے کہی جاسکتی ہے،صوفیاء ہمیشہ ''رهبان الليل و فرسان النهار'' رہے ہیں۔

خلاصۂ کلام

۱۔تصوف امن وشانتی کا داعی تھا اور ہے مگر جب بھی طاغوتی طاقتوں کی طرف سے مسلمانوں کو محکوم بنانے اور ان کے علاقوں پر تسلط جمانے کی کوشش کی تو صوفیاء نے مزاحمت کا پرچم بلند کیا، یہ سلسلہ حضرت عبداللہ بن مبارک سے شروع ہوکر حضرت ابراہیم بن ادھم، شیخ شفیق بلخی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام غزالی سے ہوتا ہوا شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔سلطان صلاح الدین ایوبی آپ ہی کا تربیت یافتہ تھا۔

۲۔امام شامل اور دیگر نقشبندی مشائخ نے روسی غاصبوں کے خلاف جرأت، وبہادری اور فداکاری کی تاریخ رقم کی،

۳۔شمالی افریقہ میں مصر سے مراکش تک پھیلی خانقاہوں نے آزادی کی جدوجہد کو خون جگر سے سینچا،صوفیاء سے عقیدت رکھنے والے سلطان ظاہر بیبرس نے تاتاریوں کو پہلی مرتبہ شکست سے آشنا کیا اور اس فتح میں سلطان الصلحاء امام غزالی عبدالسلام کی طرف سے ہمت افزائی اور آپ کے مواعظ کا بہت کردار تھا۔

۴۔مصر پر نپولین کے حملے کے بعد مصر کی آزادی کے لئے چلنے والی تحریک میں مصری خانقاہوں نے بھرپور حصہ لیا،ان صوفیاء میں شیخ شرکاوی، شیخ مہدی، سلیمان حلبی اور شیخ عمر مکرم کے نام نمایاں ہیں۔

۵۔لیبیا کی آزادی میں شیخ عمر مختار سنوسی نے اہم کردار ادا کیا جو اس سنوسی تحریک آزادی کا تسلسل تھا جس کی بنیاد شیخ احمد سنوسی اور شیخ محمد سنوسی نے رکھی تھی۔ان حضرات نے اٹلی کو شکست سے دوچار کیا۔

۶۔الجزائر پر فرانس کے تسلط کے بعد صوفی تحریکات کے منظّم جدوجہد کی،خود فرانسیسیوں نے صوفیاء کی مزاحمت میں قوت کا اعتراف کیا،اس تحریک میں خواتین نے بھی جرأتمندانہ کردار ادا کیا،امیر عبدالقادر الجزائری کا نام جدوجہد کی اس تحریک کا نمایاں نام ہے۔

۷۔مراکش میں فرانسیسی اور سپین نوآبادیاتی نظام کے خلاف جدوجہد میں صوفیاء نے دونوں ملکوں کی فوج سے جہاد کیا، اس حوالے سے شیخ عبدالکریم اوران کے بیٹے محمد بن عبدالکریم کا کردار نمایاں ہے۔

نوآبادیاتی نظام کے خلاف اہل تصوف ہی نے اصل جدوجہد کی ہے اور وہی قافلہ حریت کے سرخیل رہے ہیں۔اس سرسری مطالعے سے یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ تصوف پر بےعملی کا الزام سراسر بےبنیاد ہے البتہ اہل تصوف نے کسی بھی حال میں انسانی نقطہ نظر سے غافل نہیں ہوئے۔بےگناہوں کے خون سے انہوں نے ہمیشہ اجتناب کیا اور جہاد وفساد میں خط فاصل قائم رکھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

(1)T.W. Arnold,(1990) The Preaching of Islam, Delhi low printed bublication II ed, p265

(۲)۔ہجویری،علی بن عثمان، (۲۰۱۰م)۔ کشف المحجوب ،ترجمہ اردو فضل الدین گوہر، لاہور،ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص:۳۰

(۳)۔ابن جوزی، جمال الدین عبدالرحمن ، صفة الصفوة، (۱۹۸۵ء). تحقیق محمود فاخوری، بیروت، دار المعارف، وما بعده

(۴). البغدادی، احمد بن علی بن ثابت الخطیب،(س.ن). تاریخ بغداد، دمشق دار الفکر، ج:۱۰،ص:۱۵۴

(۵). ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، (۱۹۶۲ء). البدایه و النهایه، بیروت ، دار المعارف ج:۱۰ ص:۴۴

(۶).(ا)زرکلی، خیر الدین، .(۱۸۸۶م). سیر اعلام النبلا ، بیروت، مؤسسة الرساله

(ب) و:الکتبی، محمد بن شاکر،(س.ن). فوات الوفیات ، تحقیق: احسان عباس، بیروت دار صادر، ج:۲ ص: ۲۶۴

(۷)۔ أحمد امین،(۱۹۶۶ء). ظهر الاسلام ، قاهره ، نهضه مصریه،ج:۴،ص:۲۲۲

(۸)۔ الکیلانی، ماجد عرسان، الدکتور، (۱۹۹۶ء)۔ھکذا ظھر جیل صلاح الدین و ھکذا عادت القدس، ورجینیا(امریکہ)انٹرنیشنل انسٹیٹوٹ فار اسلامک تھاٹس ص:۱۲۳

(۹)۔مرجع سابق

(۱۰)۔مرجع سابق

(۱۱)۔نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، (۱۹۸۳ء)۔تاریخ مشائخ چشت، کراچی: احمد برادرم پرنٹرس، ج:۱ص:۱۴۴۔۱۵۶

(۱۲)۔مرجع سابق

(۱۳)۔ابن خلدون، محمد بن عبدالرحمٰن، (س۔ن)۔تاریخ ابن خلدون (العبرانی دیوان المبتد و الخبر) بیروت، الموسسه العلمية للمطبوعات ، الطبع ، ج:٦ :ص: ٢٢٦

(۱۴). ابن خلكان، أحمد بن محمد بن أبی بكر،(س.ن).وفيات الاعيان، بيروت، ج:۵، ص:۱۸۳

(۱۵).البير شاندور،"Alber Shandor"(۱۹۸۸م).صلاح الدين البطل الانقى فى الاسلام ، ترجمه إلى العر بية سعيد ابو الحسن، دمشق، دار طلاس، ص:۱۱۷

(۱۶). الأصفهانی، عماد الدين الكاتب،(دون سنة الطبع).الفتح القسى فى الفتح القدسى ، تحقيق : محمد محمود ، قاهره : الموسسه العالميه للتاليف، ص:۱۴۵

(۱۷)۔خير الدين زركلى،(دون سنة الطبع).الاعلام ، بيروت، دار العلم للملايين، ج: ١ ،ص:۱۷۵

(۱۸)۔دیکھئے: ویکی پیڈیا (عربی) تحت امام شامل

(۱۹)۔ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے۔دیکھئے حدیث رقم:۱۸۱۸۹

(۲۰)۔سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، (س۔ن)۔حسن المحاضره فی اخبار مصر و القاهره ،قاہرہ، عیسی بابی حلبی، ج:۱، ص:۳۱۵

(۲۱)۔عبدالحلیم محمود، ڈاکٹر، (۱۹۵۶ء)۔ابو الحسن الشاذلی ، الصوفی المجاهد، قاہرہ، سلسلہ مشاہیر عرب، ص:۶۰ ومابعدہ

(۲۲)۔الحنبلی، عبد الحی بن أحمد بن محمد (۱۹۸۹م). شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ، ج:۵، ص: ۲۷۹

(۲۳)۔ شوقی ابو الخلیل، (۱۹۷۶ء)۔الاسلام و حرکات التحرر العربيه(اسلام اور آزادی کی عربی تحریکات)، دمشق دارالرشید، ص:۶۰

(۲۴). شوقی ابو خلیل، دکتور، الاسلام و حرکات التحرر العربيه، ص: ۴۳-۴۶

(۲۵)۔جبرتی، عبدالرحمٰن بن حسن (۱۹۶۵ء)۔کتاب التاریخ، قاہرہ، ص:۱۱۵
یہ کتاب مصر میں فرانسیسی نوآبادیاتی نظام کے خلاف اہل تصوف کے جدوجہد کی ایک معاصر دستاویز ہے مصنف نے بیشتر واقعات کو

اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔اس لحاظ سے یہ ایک بے حد اہم اور وقیع کتاب ہے۔

(۲۶)۔نفس مرجع

(۲۷).(أ) زركلى،الاعلام، ج:۵،:۲۲۹، (ب) عبد الرزاق ببطار، (۱۹۸۵ء).حليه البشر فى تاريخ القرن الثالث عشر، تحقيق محمد بهجه بيطار، بيروت، الدار العلميه، ج: ۱،ص: ۱۰۹

(۲۸)۔ شوقى ابو خليل،(۱۹۷۶م).الإسلام وحركات التحرر العربية،دمشق، دارالرشيد،ص:۲۳

(۲۹)۔عبدالرزاق بطار، حلیہ البشر،ج:۲،ص:۸۰۱

(۳۰)۔عبد الله عبد الرزاق ابراهيم، (۱۹۸۹ء).المسلمون و الاستعمار الاوربى لافريقيا (مسلمان اور براعظم افریقہ میں یوروپین استعمار)كويت : سلسلة عالم المعرفة، نمبر: ۱۳۹، ص: ۲۲۳ و ما بعده

(۳۱)۔ محمد اقبال،ڈاکٹر(۱۹۹۲ء)۔کلیات اقبال، دہلی دعوت آفسٹ پرنٹرز،ص:۱۶۲

بانگ درا کی ایک نظم ''حضور رسالت مآب میں'' لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم خیال کی ملاقات میں مجھ سے پوچھا کہ میرے لئے تحفہ کیا لائے ہو؟ تو میں نے عرض کیا:

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزار لالہ و گل میں ریاض ہستی میں وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
میں نذر کرنے کو اک آبگینہ لایا ہوں جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(۳۲)۔مقالہ ڈاکٹر عبدالمنعم قاسمی مراکش،دیکھئے: www.djelfa.info

(۳۳)۔ایضاً

(۳۴)۔ایضاً

(۳۵)۔اہل تصوف کی دینی جدوجہد،علمی مقالہ: سیدابوالحسن علی ندوی۔بحوالہ: تصوف کیا ہے،(۱۹۸۱ء)(مرتب منظورنعمانی) لکھنؤ کتب خانہ الفرقان،ص:۱۲۰،ومابعدہ

(۳۶)۔ایضاً،ص:۱۲۰،ومابعدہ

(۳۷)۔دیکھئے www.etmoureclion.com

(۳۸)۔ عبد القادر الجزائرى،(۱۳۴۴هـ) المواقف،القاهرة، مصر، مطبعة الشباب

(۳۹). لوثروب ستودارد،(۱۹۷۱ء). حاضر العالم الاسلامى، ترجمه الى العربية: ،شكيب ارسلان، بيروت، دار الفكر

(۴۰). ویکی پیڈیا(عربی)تحت:عبدالکریم خطابی۔

(۴۱). الکتانی، محمد باقر، (۲۰۰۵م).اشرف الامانی ترجمة الشیخ سیدی محمد الکتانی، بیروت، دار ابن حزم، ص: ۴۳۰

مصادرومراجع

(1)T.W. Arnold,(1990) The Preaching of Islam, Delhi low printed (Reprinted) bublication II ed

(۲). أحمد امین،(۱۹۶۶ء).ظهر الاسلام ، قاهره ، نهضه مصریه

(۳). الأصفهانی، عماد الدین الکاتب،(۱۹۶۵م).الفتح القسی فی الفتح القدسی ، تحقیق : محمد محمود، قاهره : الموسسه العالمیه للتالیف

(۴). البغدادی، احمد بن علی بن ثابت الخطیب،(س.ن). تاریخ بغداد، دمشق دار الفکر

(۵). ابن خلکان، احمد بن محمد بن أبی بکر،(س.ن).وفیات الاعیان، بیروت،

(۶). ابن خلدون،محمد بن عبدالرحمٰن،(س۔ن)۔تاریخ ابن خلدون (العبرانی دیوان المبتد و الخبر) بیروت، الموسسه العلمیة للمطبوعات

(۷).الدمشقی، ابن کثیر اسماعیل بن عمر، (۱۹۶۶ء). البدایه و النهایه، بیروت ، دار المعارف

(۸). الحنبلی،عبد الحی بن أحمد بن محمد (۱۹۸۹م).شذرات الذهب فی اخبار من ذهب

(۹).الذهبی، شمس الدین أحمد بن عثمان،(۱۸۸۶م). سیر اعلام النبلاء بیروت، مؤسسة الرساله،

(۱۰). زرکلی، خیر الدین(دون سنة الطبع).الاعلام ، بیروت، دار العلم للملایین

(۱۱). سیوطی، عبد الرحمن بن الکمال، جلال الدین (س.ن) حسن المحاضره فی اخبار مصر و القاهره، قاهره، عیسی بابی حلبی

(۱۳).شوقی ابو الخلیل، (۱۹۷۶ء)الاسلام و حرکات التحرر العربیه(اسلام اورآزادی کی عربی تحریکات)، دمشق دارالرشید

(۱۴).البیرشاندور، صلاح الدین البطل (۱۹۸۸م).الانقی للاسلام، ترجمه إلی العربیة سعید ابو الحسن، دمشق دار طلاس

(۱۵). ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی،(۱۹۸۵ء). صفة الصفوة، تحقیق محمود فاخوری، بیروت، دار المعارف

(۱۶). عبدالحلیم محمود، ڈاکٹر،(۱۹۵۶ء)۔ابو الحسن الشاذلی ، الصوفی المجاهد،قاہرہ، سلسلہ مشاہیر عرب

(۱۷). عبد الرزاق ببطار،(۱۹۸۵ء).حلیه البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر،تحقیق محمد بهجه بیطار، بیروت، الدار العلمیه

(۱۸). الجزائری، عبد القادر، (۱۳۴۴ھ) المواقف،القاهرة، مطبعة الشباب،مصر

(۱۹). عبد الله عبد الرزاق ابراهیم،(جولائی۱۹۸۹ء).المسلمون و الاستعمار الاوربی لافریقیا (مسلمان اور براعظم افریقہ میں یوروپین استعمار) کویت : سلسلة عالم المعرفة، رقم : ۱۳۹

لوثروب ستودارد،(۱۹۷۱ء). حاضر العالم الاسلامی، ترجمه الی العربیة: ،شکیب ارسلان، بیروت، دار الفکر

(۲۰). الکتانی، محمد باقر، (۲۰۰۵م).اشرف الامانی ترجمة الشیخ سیدی محمد الکتانی، بیروت، دار ابن حزم

(۲۱). الکیلانی، ماجد عرسان، الدکتور، (۱۹۹۶ء)۔هکذا ظهر جیل صلاح الدین و هکذا عادت القدس،ورجینیا(امریکہ) انٹرنیشنل انسٹیٹوٹ فار اسلامک تھاٹس

(۲۲). محمد اقبال،ڈاکٹر (۱۹۹۲ء)۔کلیات اقبال، دہلی دعوت آفسٹ پرنٹرز

(۲۳). المقدسی، شهاب الدین عبد الرحمن، (۱۹۹۲م).عیون الروضتین فی اخبار الدولتین، دمشق منشورات فهارت ثقافت،

(۲۴). منظور نعمانی (مرتب) تصوف کیا ہے؟لکھنؤ کتب خانہ الفرقان،ص:۱۲۰،ومابعدہ

(۲۵). نظامی، خلیق احمد، پروفیسر،(۱۹۸۳ء)۔تاریخ مشائخ چشت،کراچی: احمد برادرم پرنٹرس

(۲۶). ہجویری،علی بن عثمان، (۲۰۱۰م)کشف المحجوب،ترجمہ اردو فضل الدین گوہر، لاہور،ضیاء القرآن پبلی کیشنز

(۲۷). المکتبی، صلاح الدین محمد بن شاکر(س.ن)وفوات الوفیات تحقیق: احسان عباس، بیروت دارصادر

(۲۸). جبرتی،عبدالرحمٰن بن حسن(۱۹۶۵ء)،کتاب التاریخ قاہرہ،

ویب سائٹس

(29)www. djelfa.info(مقالہ ڈاکٹر عبدالمنعم قاسمی مراکش)

(30)www.etmoureclion.com

(۳۱). دیکھئے: ویکی پیڈیا (عربی) تحت امام شامل

(۳۲). ویکی پیڈیا (عربی) تحت: عبدالکریم خطابی۔